

دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک

[سیرت کی روشنی میں]

عبدالرب کریمی



مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی-۲۵

مطبوعات ہیومن ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) نمبر ۱۳۱۵
© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک [سیرت کی روشنی میں]
مصنف : عبدالرب کریمی
صفحات : ۳۶
اشاعت : جولائی ۲۰۱۶ء
تعداد : ۱۱۰۰
قیمت : ۲۴/- روپے
ناشر : مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز
ڈی ۷، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵
فون: ۲۶۹۸۱۶۵۲، ۲۶۹۸۳۳۷، فیکس: ۲۶۹۸۷۸۵۸
E-mail: mmipublishers@gmail.com
Website: www.mmipublishers.net
اصیلہ آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی - ۲ : مطبوعہ

DUSHMANON KE SATH HUSN-E-SULOOK
[SEERAT KI ROSHNI MEIN] (Urdu)
By: Abdur Rab Karimi
Pages: 36
Price: ₹24.00

ترتیب

۵	پیش لفظ
۷	حضرت محمدؐ نبوت سے پہلے
۸	دعوت کی ابتدا اور قریش کی مخالفت
۹	دشمنوں کے لیے دعائیں
۱۰	ہجرت حبشہ اور دشمنوں کی سازش
۱۱	شعب ابی طالب (سماجی بائیکاٹ)
۱۱	رواداری کا اعلیٰ نمونہ
۱۲	قریش کی بدسلوکیاں
۱۳	طائف میں ابو لہان
۱۴	ہجرت مدینہ
۱۵	جنگ بدر
۱۵	جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک
۱۷	حسن سلوک کی ایک اور مثال
۱۷	صلح حدیبیہ فتح مبین
۲۲	فتح مکہ
۲۳	عام معافی کا اعلان

۲۴

رسول اللہ کا حسن سلوک اپنے دشمنوں کے ساتھ

۲۹

یہود کے ساتھ حسن سلوک

۲۹

معاہدہ

۲۹

رسول اللہ کی دل آزاری

۳۰

یہود کی سازشیں

۳۱

یہود کے ساتھ رواداری

۳۱

یہود کی شرارتیں

۳۲

بنو قینقاع

۳۳

بنو نضیر

۳۴

بنو قریظہ



پیش لفظ

اس کتاب میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے الہم سے تین تصویریں پیش کی گئیں ہیں۔ پہلی مختصر تصویر نبی بنائے جانے سے پہلے کی ہے۔ جب آپ کی حیات مبارکہ کا ایک ایک ورق لوگوں کے سامنے تھا۔ نہ صرف قریش، بلکہ پورا مکہ آپ کی نیکی، پارسائی، سچائی اور امانت داری کا قائل اور معترف تھا، بلکہ قسمیں کھاتا تھا۔ اہل مکہ کو بد امنی، ظلم و بربریت نیز آپسی خانہ جنگیوں سے بچانے کے لیے آپ نے کئی مواقع پر نہایت حکمت اور دانائی سے کام لیا۔ دوسری تصویر اس وقت کی ہے جب آپ نبوت سے سرفراز کیے گئے، کارِ دعوت شروع کیا تو پورا مکہ مخالف بن گیا۔ تمام خوبیوں کے اعتراف اور رشتوں اور قرابت کے باوجود ہر طرح کی اذیت دی گئی۔

تیسری تصویر مکہ سے مدینہ ہجرت کے بعد کی ہے، جب آزمائشوں اور اذیتوں کا طویل دور ختم ہوتا ہے۔ پھر مکہ فتح ہونے کے بعد اسلام غالب آتا ہے۔ اس وقت بڑے بڑے سرکش اور دشمنانِ اسلام اپنے سر جھکائے کھڑے ہیں۔ آپ چاہتے تو اپنے اوپر ہونے والی ہر تکلیف اور اذیت کا بدلہ لے سکتے تھے، لیکن آپ نے فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے سب کو معاف کر دیا۔

کتاب کی ابتدا میں سیرت کے متفرق واقعات جیسے تنصیب حجر اسود، ہجرت حبشہ، شعب ابی طالب اور صلح حدیبیہ وغیرہ بہ ظاہر موضوع سے الگ نظر آتے ہیں۔ لیکن ان واقعات اور حالات سے واقفیت کے بغیر رسول اللہ کے حسن سلوک کی معنویت نہیں سمجھتی جاسکتی۔

دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک

سیرت طیبہ کا یہی روشن پہلو ہے، جو اس کتاب کی ترتیب کا محرک بنا۔ اسی طرح کے چند واقعات کو پڑھ کر ایک غیر مسلم دانشور نے لکھا تھا: ”حضرت محمد ﷺ بہت مہمان تھے، گالیاں سن کر دعائیں دیتے تھے، دشمنوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے تھے۔“

اللہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ وطنی بھائیوں تک سیرت کا اہم پیغام پہنچ سکے اور یہ ادنیٰ سی کوشش راقم کے لیے توشیحہ آخرت بنے۔

عبدالرب کریمی

مورخہ: ۸ مئی ۲۰۱۶

شعبہ دعوت، مرکز جماعت اسلامی ہند

حضرت محمد ﷺ نبوت سے پہلے

حضرت محمدؐ نے نبوت سے پہلے چالیس سال مکہ والوں کے درمیان گزرا تھا آپ بچپن ہی سے نیک فطرت اور صالح طبیعت کے مالک تھے۔ اپنی نوجوانی کو لہو و لعب کے بجائے سماج میں اچھائیوں کو فروغ دینا، کم زوروں اور مظلوموں کی حمایت کرنا ہی آپ کا مشن تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی وحی کے نزول کے بعد جب غار حرا سے خوف زدہ ہو کر گھر پہنچتے ہیں تو ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتی ہیں کہ اللہ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ کیوں کہ آپ بیواؤں اور یتیموں کی خبر گیری کرتے ہیں۔ مہمان نواز ہیں مصیبت زدہ لوگوں سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ مکہ اس وقت نہ صرف بت پرستی کا مرکز تھا بلکہ وہاں ہر طرح کی برائیاں اپنے عروج پر تھیں۔ معمولی معمولی باتوں پر سالوں لڑائیاں ہوتی تھیں اور ان جنگوں پر لوگ فخر بھی کرتے تھے۔ طاقت ور کمزوروں پر ظلم و زیادتی کرتے تھے۔ مسافر سر راہ لوٹ لیے جاتے، بد امنی اور سورش اپنے عروج پر تھی۔ ایک بڑی جنگ (جنگ فجار) کے بعد چند باشعور لوگوں نے ایک معاہدہ کیا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا، مسافر کی خبر گیری کرے گا اور مکہ میں امن و شانتی کا ماحول پیدا کرے گا۔ تاریخ میں اس معاہدے کو حلف الفضول کا نام دیا گیا۔ حضرت محمد ﷺ اس معاہدے اور اس کے نفاذ میں پیش پیش تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس معاہدے کے بعد مکہ میں امن کا ماحول پیدا ہوا۔ تجارتی قافلے بے خوف آنے جانے لگے۔ آپس میں کوئی جنگ نہیں ہوئی۔

مکہ میں خانہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہما السلام نے

پانچ ہزار سال قبل کی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تجدید بھی ہوتی رہی۔ (۶۰۵ء) چھ سو پانچ عیسوی میں جب حضرت محمد ۳۵ سال کے تھے، زبردست سیلاب کی وجہ سے خانہ کعبہ کی دیواریں پھٹ گئی تھیں۔ حجر اسود جس دیوار میں نصب تھا اس میں بھی دراڑیں آگئی تھیں۔ تمام قبائل کے سرداروں نے مل کر دیواروں کی تعمیر کی لیکن جب حجر اسود کو دیوار پر نصب کرنے کا وقت آیا تو یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ اس خدمت کو کون انجام دے گا۔ ہر قبیلے کے سردار کی خواہش تھی کہ یہ مبارک کام اس کے ہاتھوں انجام پائے۔ اختلافات اتنے بڑھے کہ آپس میں خون ریزی کی نوبت آگئی۔ معاملہ کو رفع دفع کرنے کے لیے ایک معمر سردار نے تجویز رکھی کہ کل صبح خانہ کعبہ کے حدود میں جو شخص سب سے پہلے داخل ہوا اسے حکم (فیصل) بنا لیا جائے۔ تمام لوگوں نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ دوسرے دن صبح سب سے پہلے حدود حرم میں داخل ہونے والے محمد ﷺ تھے۔ ان پر نگاہ پڑتے ہی لوگ پکار اٹھے، یہ صادق اور امین ہیں۔ اس کام کے لیے مناسب ترین شخص ہیں۔ ان کا جو فیصلہ ہوگا ہمیں منظور ہے۔ صورت حال سے واقفیت کے بعد آپ نے ایک چادر منگائی، اس پر حجر اسود کو رکھ کر فرمایا کہ تمام قبیلوں کے سردار چادر کے کناروں کو پکڑ کر اوپر اٹھائیں۔ سب نے مل کر چادر اوپر اٹھائی، تو آپ نے حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کر دیا۔

اپنی حکمت اور دانائی سے آپ نے مکہ والوں کا دل جیت کر خون ریزی تشدد سے بچالیا اور ایک ایسا حل پیش کیا جو سب کے لیے قابل قبول تھا۔ اس طرح آپ کے حسن عمل سے ایک مشکل مرحلہ ٹل گیا ورنہ اس بات کا قوی امکان تھا کہ آپس میں خون ریزی کی نوبت آجاتی۔ اسی طرح کے نیک کاموں کی وجہ سے اہل مکہ آپ کو نام سے نہیں بلکہ صادق (سچا) اور امین (امانت دار) کے لقب سے پکارتے تھے۔

دعوت کی ابتدا اور قریش کی مخالفت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار کا اس درجہ قائل ہونے کے باوجود جب آپ نے کوہ صفا^{*} پر چڑھ کر پہلی عام دعوت دیتے ہوئے لوگوں کو مخاطب فرمایا: اے قریش کے ☆ عرب میں دستور تھا جب کسی اہم خبر کی اطلاع دینی ہوتی تو کسی اونچی جگہ یا پہاڑی پر چڑھ کر لوگوں کو متوجہ کرتے تھے۔

لوگو! اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی فوج تم پر حملہ کرنے آرہی ہے تو کیا تم یقین کرو گے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کیوں نہیں! اے محمد آپ تو صادق ہیں ہم نے آج تک آپ کو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں سنا ہے۔ آپ نے فرمایا تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ بت پرستی چھوڑ دو۔ ورنہ اللہ تم پر شدید عذاب نازل کرے گا تو یہ سن کر لوگ واپس چلے گئے، کسی نے آپ کی دعوت قبول نہیں کی۔ یہاں تک کہ آپ کے چچا ابو لہب نے کہا کہ تمہارا برابر ہو، کیا تم نے ہمیں اسی لیے جمع کیا تھا۔

یہ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی دعوت عام اور قریش کے لوگوں کا آپ کے ساتھ برتاؤ، جس کی سچائی اور امانت داری ضرب المثل تھی۔ جب اس نے ایک اللہ کی طرف بلایا تو لوگوں نے کیسے منہ پھیر لیا۔ اسلام کی روشنی جیسے جیسے پھیل رہی تھی، اس سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ مکہ والے اپنے ہی صادق اور امین کے مخالف ہو رہے تھے۔ قریش کے بڑے بڑے سردار اور قریشی رشتہ دار (ابو جہل اور ابو لہب) جان کے دشمن بن رہے تھے۔ اذیت اور تعذیب کی کون سی شکل تھی جسے نہ اپنایا گیا ہو۔ انسانیت اور قرابت کے سارے رشتے ختم ہو چکے تھے۔ ایک دن حرم کے اندر عین حالت نماز میں ابو جہل کے کہنے پر ایک شخص اونٹ کی اوجھ (نجاست) لاکر آپ پر ڈال دیتا ہے۔ مکہ کی گلیوں اور راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں۔ جو لوگ آپ کو صادق اور امین کہتے تھے اب وہی لوگ آپ کو مجنوں اور جادوگر کہہ رہے ہیں۔ خود آپ کے قبیلے اور خاندان کے لوگ نیز چچا ابو جہل اور ابو لہب دشمنی میں سب سے پیش پیش تھے۔

دشمنوں کے لیے دعائیں

ایسے مشکل حالات میں ایک صحابی حضرت خباب بن ارتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ آپ ان مشرکین کے حق میں بددعا کیوں نہیں کرتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا۔ میں دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں، جن میں دشمنوں کی ایذا رسانیوں کے جواب میں آپ نے ہمیشہ ان کے حق میں دعا ہی فرمائی۔ سیرت النبیؐ

کے مؤلف علامہ شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

”دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں کہ نامانوس اور اجنبی صدائیں بہ رغبت سن لی گئی ہوں۔ حضرت نوحؑ کو سینکڑوں برس تک قوم کی نفرت اور دہشت کا سامنا رہا۔ یونان دنیا کی شائستگی کا معلم اول ہے تاہم اس کی حکمت کدہ میں سقراط کو زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ حضرت عیسیٰؑ کو دارورسن کا منظر پیش آیا۔[☆] اس بنا پر عرب اور قریش نے جو کچھ کیا وہ سلسلہ واقعات کی غیر معمولی کڑی نہ تھی۔ لیکن غور طلب یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟

سقراط زہر کا پیالہ پی کر فنا ہو گیا۔ حضرت نوحؑ نے مخالفت سے تنگ آ کر ایک قیامت خیز طوفان کی استدعا کی اور دنیا کا ایک بڑا حصہ برباد ہو گیا۔ حضرت عیسیٰؑ تیس چالیس شخصوں کی مختصر جماعت پیدا کر کے بہ روایت نصاریٰ سولی پر چڑھ گئے۔ لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض ان سب سے بالاتر تھا۔ خواب بن ارتؑ نے جب قریش کی ایذا رسائیوں سے تنگ ہو کر، آپ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ان کے حق میں بددعا کیوں نہیں فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ تم سے پہلے وہ لوگ گزر چکے ہیں جن کے سر پر آرے چلائے جاتے اور چیر ڈالے جاتے تاہم وہ اپنے فرض سے باز نہ آتے۔ خدا اس کام کو پورا کرے گا۔“

(سیرت النبیؐ جلد اول ص: ۱۶۲)

ہجرت حبشہ اور دشمنوں کی سازش

ظلم و ستم کا سلسلہ دراز ہونے لگا تو کچھ صحابہؓ اور صحابیاتؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کر لی۔ وہاں کا عیسائی بادشاہ (نجاشی) عادل اور منصف تھا،

☆ حضرت عیسیٰؑ کو سولی دینے کی بات انجیل میں موجود ہے۔ لیکن قرآن نے عیسائیوں کے اس دعوے کی تردید کی ہے۔ چند سالوں قبل انجیل برناباس کا جو نسخہ دریافت ہوا ہے اس میں وضاحت کے ساتھ یہ بات آئی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو سولی نہیں دی گئی، بلکہ ان کی جگہ یہود اسکر پوتی کو سولی دی گئی تھی۔

لیکن ظالموں نے وہاں بھی سکون سے نہیں رہنے دیا۔ قریش نے قیمتی تحائف دے کر ایک وفد نجاشی کے پاس بھیجا۔ انھوں نے مہاجر صحابہؓ کے بارے میں بادشاہ سے درخواست کی کہ یہ ہمارے ملک مکہ کے باغی ہیں انھیں ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ بادشاہ نے معاملہ کی تحقیق کرنے کے بعد پناہ گزینوں کو واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ اس طرح وہاں انھیں ذلت اور ناکامی ہی ہاتھ لگی۔

شعب ابی طالب (سماجی بائیکاٹ)

ایک اللہ کی طرف لوگوں کو بلانے کے جرم میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب رسول اللہؐ اور ان کے ساتھیوں کو ہر طرح ستانے کے بعد ایک گھاٹی (شعب ابی طالب) میں محصور کر کے سماجی بائیکاٹ کر دیا جاتا ہے کہ ان سے کسی طرح کا سماجی و معاشرتی تعلق نہ رکھا جائے، خرید و فروخت نہ کیا جائے، یہاں تک کہ کھانے پینے کی چیزیں بھی ان کے پاس نہ پہنچیں۔ بائیکاٹ کا یہ عرصہ تین سالوں پر محیط تھا۔ علامہ شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

”جب بچے بھوک سے روتے تھے تو باہر آواز آتی تھی۔ قریش سن کر خوش ہوتے تھے۔

لیکن بعض رحم دلوں کو ترس بھی آتا تھا۔ ایک دن حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہؓ کا

بھتیجا تھا، تھوڑے سے گہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہؓ کے پاس بھیجے۔ راہ

میں ابو جہل نے دیکھ لیا اور چھین لینا چاہا۔ اتفاق سے ابوالمنترؓ کہیں سے آ گیا وہ

اگرچہ کافر تھا، لیکن اس کو رحم آ گیا اور کہا کہ ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ کھانے کے لیے

بھتیجا ہے تو تو کیوں روکتا ہے۔“ (سیرت النبی جلد اول، ص: ۱۵۶)

رواداری کا اعلیٰ نمونہ

شعب ابی طالب کی محصوری کے بعد مکہ میں سخت قحط پڑتا ہے۔ لوگ بھوک اور پیاس سے تڑپ اٹھتے ہیں۔ اس وقت مکہ کے سردار اور اسلام کے شدید دشمن ابوسفیان نے رسول اللہؐ سے درخواست کی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ والے بھوک اور پیاس سے ہلاک ہو رہے ہیں۔

آپ اللہ سے دعا کریں کہ یہ قحط ختم ہو جائے۔ آپ نے بارش کے لیے دعا فرمائی۔ آپ کی دعا سے اللہ نے قحط کو ختم کیا۔ حالاں کہ یہ ایسا موقع تھا کہ آپ ابوسفیان سے مکہ میں مسلمانوں پر ہو رہے مظالم کے سلسلے میں کچھ کہتے، لیکن آپ نے اس وقت بھی کسی طرح کی سودے بازی نہیں کی بلکہ بلند اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکہ میں خوشحالی اور بارش کی دعا فرمائی۔

ہجرت مدینہ کے پانچویں سال کا واقعہ ہے کہ قبیلہ بنو حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اثال نے قبول اسلام کے بعد احتجاج میں مسلمانوں پر قریش کے ظلم و ستم کے خلاف اہل مکہ کا اناج جو یمامہ سے آتا تھا بند کر دیا۔ غلہ کی آمد رک جانے سے مکہ میں فاقہ کی نوبت آگئی۔ مجبور ہو کر قریش کے سرداروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کہ آپ مکہ آنے والے غلہ کو جاری کرادیں۔ آپ کے کہنے سے ثمامہ بن اثال نے غلہ بدستور جانے دیا۔ جب کہ یہ وہ دور تھا کہ مکہ کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید مخالف تھے اور جو مسلمان کسی وجہ سے مدینہ ہجرت نہیں کر سکے تھے انہیں مشق ستم بنایا جا رہا تھا۔

قریش کی بدسلوکیاں

قبیلہ بنو ہاشم کے سردار آپ کے چچا ابوطالب تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ابولہب قبیلہ کا سردار بنا۔ اس نے سردار کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفظ دینے کا وعدہ کیا، لیکن بہت جلد اس سے پھر گیا اور مخالفت میں پیش پیش رہا۔ اس دور میں جتنی اذیت اور تکلیف آپ گودی گئی اس سے پہلے کبھی نہیں دی گئی تھی۔ ان ہی دنوں کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ آپ اپنے گھر کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص بھڑکی بچہ دانی جو گندگی اور خون سے بھری تھی آپ کے اوپر پھینک دیتا ہے۔ آپ نے اسے صاف کیا۔ گھر سے باہر نکل کر لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے منافق کے بیٹو! تمہاری طرف سے یہ کیسا تحفظ ہے جو مجھے مل رہا ہے۔ اسی طرح ایک بار جب آپ حرم سے باہر نکلے تو ایک شخص نے مٹی اٹھائی اور آپ کے چہرے اور سر پر پھینک دی۔ مکہ والے اسلام دشمنی میں بے لگام ہو چکے تھے۔ انہیں کسی کا پاس دلچاظ نہیں تھا۔

طائف میں لہولہان

ایسے سخت حالات میں آپؐ اہل مکہ سے مایوس اور بددل ہو کر حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ طائف کا رخ کرتے ہیں اور وہاں قبیلہ ثقیف کے سرداروں (عبد یاسیل، مسعود اور حبیب) کو اسلام کی دعوت پیش کرتے ہیں، جسے سن کر وہ یکسر مسترد کر دیتے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ طائف کے اوباش اور آوارہ لڑکوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیتے ہیں۔ پورا طائف آپؐ کی جان کا دشمن بن جاتا ہے۔ پتھروں سے مار مار کر آپؐ کو لہولہان کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپؐ کی جوتیاں خون سے بھر جاتی ہیں۔ اسی بے بسی کے عالم میں آپؐ شہر سے نکل کر ایک باغ میں داخل ہوتے ہیں، زخموں کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ ہوش آنے کے بعد بارگاہ ایزدی میں دعا فرماتے ہیں:

”بار الہا میں تیرے حضور اپنی بے بسی اور بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ تو سارے کمزوروں کا رب ہے۔ تو میرا بھی رب ہے۔ تو نے مجھے کس کے حوالے کر دیا ہے۔ کیا کسی بے گانے کے جو مجھ سے درشتی کے ساتھ پیش آئے۔ یا کسی دشمن کے حوالے جس کو تو نے میرے اوپر قابو پانے کا یار دے دیا ہے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پروا نہیں۔ اگر تیری طرف سے مجھے عافیت مل جائے تو میرے لیے زیادہ کشادگی ہے۔ مجھے اس سے بچالے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو۔ یا تیری ناراضگی میرے حصے میں آئے۔ میں تیری مرضی پر راضی ہوں۔ یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ کوئی قوت اور طاقت تیرے بغیر نہیں ہے۔“ (رحمۃ للعالمین)

طائف میں رسول اللہ کے ساتھ جو نازیبا سلوک ہوا، اسے دیکھ کر آسمان اور زمین بھی لرز جاتے ہیں، حضرت جبریلؑ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ میرے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ موجود ہے، آپؐ اشارہ کر دیں تو طائف کو دونوں پہاڑوں کے درمیان پیس دیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں! یہ ناسمجھ ہیں۔ انھیں چھوڑ دو۔ یہ نہیں ایمان لاتے ہیں تو ان کے بعد آنے والی ان کی نسلیں ضرور ایمان لائیں گی۔

ہجرتِ مدینہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب مشرکین مکہ کی اذیتوں اور مخالفت کا سلسلہ حد سے تجاوز کرنے لگا تو اللہ کے حکم سے آپ اپنے رفیق حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مدینہ ہجرت کر جاتے ہیں۔ صحابہ کی ایک بڑی تعداد پہلے ہی ہجرت کر کے مدینہ پہنچ چکی تھی۔ مکہ والوں کی نگاہوں میں آپ صادق اور امین تھے۔ شدید دشمنی کے باوجود آپ کی دیانت پر لوگوں کو اس قدر اعتماد تھا کہ اپنی قیمتی امانتیں آپ ہی کے پاس رکھتے تھے۔ اس موقع پر بھی آپ کے پاس لوگوں کی امانتیں محفوظ تھیں۔ ہجرت سے ایک دن پہلے وہ امانتیں حضرت علیؓ کو بلا کر ان کے حوالے کرتے ہوئے تاکید فرمائی کہ میرے جانے کے بعد سب کی امانتیں بہ حفاظت ان تک پہنچا دینا۔

مدینہ ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کو امید تھی کہ اب کسی حد تک سکون میسر آئے گا۔ آزمائشوں اور اذیتوں کا طویل دور ختم ہوگا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ہجرت کے کچھ دنوں بعد ہی قریش نے مدینہ کے ہونے والے سردار عبداللہ بن ابی کو پیغام بھیجا کہ تم نے مکہ سے گئے ہوئے لوگوں کو اپنے یہاں پناہ دی ہے۔ تم ان سے لڑو یا انھیں مدینہ سے باہر کر دو۔ ورنہ ہم مدینہ پر حملہ کر کے تمہارے نوجوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو لونڈی بنا لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی خبر ملی تو آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے گئے اور اسے سمجھایا کہ کیا تم قریش کو خوش کرنے کے لیے اپنے لوگوں (انصار) سے جنگ کرو گے۔ اس وقت تک انصار کا ایک بڑا حصہ مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا۔ جب قریش کے دھمکی آمیز خط نے عبداللہ بن ابی پر کام نہیں کیا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ قریش کے ایک سردار کرز بن جابر الفہری نے اچانک حملہ کر کے مدینہ کے قریب کچھ جانوروں کو نقصان پہنچایا، کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا اور ایک صحابی کو شہید کر کے فرار ہو گیا۔ مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا لیکن وہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ راتوں کو جاگ کر مدینہ کی حفاظت فرماتے رہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی ہجرت سے پہلے مدینہ والوں نے عبداللہ بن ابی کو اپنا سردار بنا لیا تھا۔ لیکن تاج پوشی نہیں ہو سکی تھی۔ ہجرت کے بعد حالات بدل گئے اور اس کی تاج پوشی رک گئی۔

جنگ بدر

جنگی تیاریوں کے ساتھ قریش مکہ سے نکل کر مدینہ سے اسی (۸۰) میل کی دوری پر مقام بدر پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے جاں نثار صحابہ کے ساتھ بدر پہنچ چکے تھے۔ یہیں پر حق و باطل کی پہلی جنگ (بدر) ہوئی۔ تین سو تیرہ (۳۱۳) بے سرو سامان اور نہتے مسلمانوں کے سامنے ہر طرح کے ساز و سامان اور ہتھیاروں سے مسلح ایک ہزار (۱۰۰۰) قریش تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ کے لیے قطعی تیار نہیں تھے۔ یہ اور اس کے بعد جتنی بھی جنگیں ہوئیں، خالص مدافعت تھیں یا ان طاقتوں کے خلاف تھیں جو اسلام اور مسلمانوں کو اس روئے زمین سے نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے۔ اسی سال اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ (بقرہ: ۱۹۰)

”اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔“

حق و باطل کا معرکہ بہ ظاہر بہت سخت تھا، علامہ شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

”یہ عجیب منظر تھا اتنی بڑی دنیا میں توحید کی قسمت صرف چند جانوں پر منحصر تھی۔ صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے: خدایا تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے آج پورا کر۔ محویت اور بے خودی کے عالم میں چادر کندھے سے گر پڑتی تھی اور آپ گونجرتک نہ ہوتی تھی۔ کبھی سجدہ میں گرتے تھے اور فرماتے تھے کہ خدایا اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تو نہ پوجا جائے گا۔“ (سیرت النبی جلد اول: ۱۹۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ کے لیے قطعی تیار نہیں تھے۔ اللہ کی تائید اور نصرت آپ کے ساتھ رہی حالات نے پلٹا دکھایا اور لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔

جنگی قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

جنگ بدر میں قریش کے ستر (۷۰) بڑے سربراہ اور وہ لوگ میدان جنگ میں مارے

گئے اور ستر (۷۰) ہی گرفتار ہوئے۔ جنگی قیدیوں کو مدینہ لاکر مسجد نبویؐ کے قریب رکھا گیا۔ بعد میں انتظامی سہولت کی خاطر دو دو چار چار قیدی صحابہ کے درمیان تقسیم کر دیے گئے۔ ممتاز قیدیوں میں قبیلہ عامر کا سردار سہیل بھی تھا۔ یہ ام المؤمنین حضرت سودہؓ کا رشتہ دار تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص (حضرت زینبؓ کے شوہر) اور چچیرے بھائی عقیل اور نوفل بھی تھے۔ آپ نے تمام قیدیوں کے بارے میں عمومی حکم دیا کہ ان کے ساتھ اچھے سلوک کیے جائیں۔ جہاں تک ممکن ہو ان کے آرام کا خیال رکھا جائے۔ صحابہ کرامؓ نے جن کی مالی حالت اچھی نہیں تھی، ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کا مظاہرہ کیا۔ خود نہیں کھاتے تھے، لیکن قیدیوں کو ضرور کھلاتے۔ ان قیدیوں میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کے بڑے بھائی ابو عزیز بن عمیر کا کہنا ہے کہ صحابہ جب کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود چند کھجوریں کھا کر کام چلا لیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جنگی قیدیوں کے ساتھ جو فیاضانہ سلوک کیا وہ انسانی تاریخ میں ایک روشن مثال ہے۔ حالانکہ یہ قیدی اپنے جرم کے اعتبار سے اس کے مستحق تھے کہ ان کی گردنیں اڑادی جاتیں یا عرب کے دستور کے مطابق انھیں غلام بنا لیا جاتا۔ اس وقت جنگی قیدیوں کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کیا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ معمولی تاوان لے کر انھیں چھوڑ دیا جائے۔ ان قیدیوں میں مشہور ادیب اور شاعر سہیل بن عمرو بھی تھا جو اپنی فصاحت اور قادر الکلامی میں مشہور تھا اور عوام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔

حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ اس کے دودانت توڑ دیے جائیں تاکہ یہ اچھی طرح تقریر نہ کر سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ جیسا کہ اوپر آچکا ہے کہ ان قیدیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص بھی تھے۔ آپ کی بیٹی حضرت زینبؓ اس وقت مکہ میں تھیں، انھوں نے شوہر کی رہائی کے لیے نقدی کے ساتھ ساتھ اپنے گلے کا قیمتی ہار بھیجا تھا۔ آپ نے دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آگئے۔ صحابہؓ سے فرمایا یہ ہار حضرت خدیجہؓ کی یادگار ہے، جسے انھوں نے بیٹی زینب کی شادی میں بطور تحفہ دیا تھا۔ تم مناسب سمجھو تو ایک بیٹی کو اس کی ماں کا یادگار تحفہ واپس کر دو۔ صحابہؓ نے عقیدت و احترام کے ساتھ آپ کی رائے کو تسلیم کرتے

ہوئے کسی طرح کا تاوان لیے بغیر ابو العاص کو رہا کر دیا۔ کچھ ایسے قیدی بھی تھے جو اپنی تنگ دستی اور غربت کی وجہ سے کچھ نہیں دے سکتے تھے۔ انھیں بھی رہا کر دیا گیا۔ البتہ تعلیم یافتہ قیدیوں کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ وہ کچھ بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں تو رہا کر دیے جائیں گے۔

حسن سلوک کی ایک اور مثال

مدینہ میں عبداللہ بن ابی بہ ظاہر مسلمان تھا مگر اندرونی طور پر وہ ان لوگوں سے ملا ہوا تھا، جو ہر آن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ اس کی ہر کوشش اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہوتی تھی۔ وہ اسلام کے استیصال کے لیے ہر سازش میں شریک رہا۔ مگر رسول اللہ نے ہمیشہ اس کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کا نمونہ پیش کیا۔ یہاں تک کہ اس کی فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے کئی بار ایسا ہوا کہ اسے قتل کرنے تک کی نوبت آئی۔ مگر آپ نے اس کی ہر خطا کو نظر انداز فرمایا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اس کے کفن کے لیے آپ نے اپنا کرتا دیا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔

صلح حدیبیہ فتح مبین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ کو مکہ سے ہجرت کیے ہوئے کئی سال گزر گئے تھے۔ نہایت مجبوری اور کمپرسی کی حالت میں مکہ چھوڑا تھا۔ ہجرت کے وقت آپ ﷺ پیچھے مڑ کر خانہ کعبہ کو دیکھتے اور یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے کہ مجھے دنیا میں تو سب سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن اس شہر کے لوگ نہیں رہنے دے رہے ہیں۔ ذی قعدہ ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مکہ والوں کو کسی طرح کی غلط فہمی نہ ہو اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا اور اپنے ساتھ قربانی کے ستر اونٹ بھی لیے، صحابہ کو حکم دیا کہ کوئی شخص اپنے ساتھ ہتھیار نہ رکھے۔ صرف ایک تلوار ہو وہ بھی میان کے اندر، واضح رہے کہ تلوار عرب کلچر کا ایک حصہ تھا جو سفر میں ہر شخص کے لیے ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ قریش کو مدینہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی خبر ملی تو وہ جتک میں پڑ گئے۔

حالاں کہ یہ حرام ☆ مہینہ چل رہا تھا، جس میں کسی طرح کی جنگ نہیں ہوتی تھی۔ ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے کچھ فاصلے پر حدیبیہ نامی مقام کے پاس پہنچے ہی تھے کہ معلوم ہوا کہ قریش ایک فوج لے کر آپ کا راستہ روکنے کے لیے مکہ سے نکل چکے ہیں۔ آپ نے انھیں پیغام بھیجا کہ ہم عمرہ کی نیت سے مکہ آرہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے۔ اس موقع پر آپ نے قریش سے صلح کی پیش کش بھی کی۔ کئی جنگوں کے بعد جانی اور مالی لحاظ سے وہ کمزور بھی ہو چکے تھے۔ دونوں طرف سے صلح کی بات شروع کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی حضرت خراش بن امیہ کو سواری کے لیے اپنا اونٹ دے کر قریش کے پاس بھیجا، انھوں نے حضرت خراش کے اونٹ کو ہلاک کر دیا اور انھیں بھی جان سے مارنے کا منصوبہ بنا لیا۔ لیکن کسی طرح وہ اپنی جان بچا کر وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ قریش نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ کے کچھ ساتھیوں پر حملہ بھی کر دیا۔ حملہ اچانک اور شدید تھا۔ صحابہ نے اس کا دفاع کیا اور ان کے چھ لوگوں کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ ایک خطرناک شرارت اور سازش تھی۔ لیکن آپ کا دامن غفواس سے زیادہ وسیع تھا۔ نہ ان حملہ آوروں کے ہتھیار چھینے گئے نہ انھیں قتل کا حکم دیا گیا بلکہ سب کو چھوڑ دیا گیا۔ اسی موقع پر ایک صحابی کو ایک تیرانداز نے تیر مار کر شہید کر دیا۔ اس وقت بھی بارہ لوگ گرفتار کیے گئے۔ آپ نے ان کے ساتھ بھی حسن اخلاق کا ثبوت دیتے ہوئے سب کو آزاد کرنے کا حکم جاری کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کرنے کی بابت گفتگو کرنے کے لیے حضرت عثمان کو قریش کے پاس بھیجا۔ انھوں نے حضرت عثمان سے کہا کہ آپ بیت اللہ کا طواف (عمرہ) کر سکتے ہیں، لیکن آپ کے ساتھیوں کو اس شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت عثمان نے رسول اللہ اور صحابہ کرام کے بغیر عمرہ کرنے سے منع کر دیا۔ قریش کو اس بات کی امید نہیں تھی کہ حضرت عثمان انھیں اس طرح جواب دیں گے۔ انھوں نے حضرت عثمان کو قید کر لیا۔ ان کے واپس نہ پہنچنے سے یہ خبر پھیل گئی کہ وہ شہید کر دیے گئے۔ فطری طور پر اس خبر سے صحابہ کرام کو بہت

☆ رسول اللہ کی بعثت سے پہلے اہل عرب محرم الحرام کے مہینے میں جنگ نہیں کرتے تھے بلکہ پہلے سے جاری جنگ بھی روک دی جاتی تھی۔

صدمہ ہوا۔ آپؐ نے صحابہؓ کو جمع کیا اور ان سے حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے جانثاری کا عہد لیا، جسے تاریخ میں بیعت رضواں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ حضرت عثمان کی شہادت سے متعلق جب غلط فہمی دور ہوگئی تو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ قریش کے نزدیک سہیل بڑا دانش مند، دور اندیش اور صائب الرائے تھا۔ اس نے کہا کہ صلح صرف اس شرط پر ہو سکتی ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھی اس سال عمرہ کیے بغیر مدینہ واپس چلے جائیں۔

سہیل بن عمرو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کافی دیر تک صلح کے نکات پر گفتگو ہوتی رہی۔ جن شرطوں پر اتفاق ہوا، اسے قلم بند کرنے کے لیے آپ نے حضرت علیؓ کو طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے معاہدہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا، سہیل نے اعتراض کیا کہ میں نہیں جانتا رحمن کون ہے۔ اس کی جگہ باسمک اللہم لکھا جائے۔ صحابہ کو اس پر تردد تھا، لیکن آپ نے اس کی بات کو منظور کر لیا۔ اس کے بعد آپؐ نے لکھوایا: یہ وہ معاہدہ ہے جسے محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو کے درمیان تسلیم کیا گیا ہے۔ سہیل نے اس پر بھی احتجاج کیا کہ ہم اگر آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو خانہ کعبہ کی زیارت سے کیوں روکتے اور ہمارا کوئی اختلاف بھی نہیں ہوتا۔ اس لیے اپنے نام کے ساتھ والد کا نام لکھوائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بھی راضی ہو گئے اور صرف محمد بن عبد اللہ لکھوایا۔

معاہدہ کی شرائط اس طرح طے ہوئیں:

- ۱۔ فریقین اگلے دس سالوں تک جنگ نہیں کریں گے۔
- ۲۔ محمد اور ان کے اصحاب اس سال واپس چلے جائیں۔
- ۳۔ اگلے سال عمرہ کے لیے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں قیام کریں۔
- ۴۔ اگلے سال عمرہ کے لیے آنے پر کسی طرح کا ہتھیار لے کر نہ آئیں صرف تلوار ساتھ میں ہو وہ بھی میان کے اندر۔
- ۵۔ مکہ سے کوئی مسلمان ہجرت کر کے مدینہ نہیں جائے گا۔ البتہ مدینہ سے کوئی مسلمان مکہ واپس آنا چاہے تو اس کی اجازت ہوگی۔

۶- عرب قبائل کو اختیار ہوگا کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں، معاہدے میں شریک ہو سکتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ اس بات سے بہت اداس اور رنجیدہ تھے کہ وہ عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں۔ معاہدہ کی تمام شرطیں بظاہر ان کے خلاف تھیں۔ ابھی معاہدہ کے نکات پر باتیں ہو رہی تھیں، لکھی نہیں گئی تھیں کہ ایک صحابی ابو جندلؓ جو اتفاق سے قریش کے سفیر سہیل بن عمرو کے بیٹے تھے، جنہیں قبول اسلام کے بعد سخت اذیتیں دی گئی تھیں اور انہیں سہیل نے مکہ میں قید کر رکھا تھا۔ کسی طرح بیڑیاں توڑ کر وہاں سے نکل کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابو جندل کو اس قدر مارا گیا تھا کہ ان کے جسم پر زخموں کے نشان نمایاں تھے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر صحابہؓ بے چین ہو گئے۔ ان کے بھائی حضرت عبداللہؓ انہیں خوش آمدید کہنے کے لیے آگے بڑھے لیکن سہیل بن عمرو نے ابو جندل کو اپنی طرف کھینچ لیا وہ انہیں واپس مکہ لے جانے پر مصر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل کی حالت دیکھ کر فرمایا: سہیل اپنے بیٹے کے حال پر رحم کرو، ابھی معاہدہ پر گفتگو ہو رہی ہے۔ تحریر مکمل نہیں ہوئی ہے، نہ ہی فریقین کے دستخط ہوئے ہیں۔ اس لیے انہیں مدینہ میں رہنے کا پورا حق ہے۔ لیکن سہیل کسی طور پر تیار نہیں ہوا۔ بلکہ اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر اس شرط کو ابھی تسلیم نہیں کیا گیا تو پورا معاہدہ کا لحد سمجھا جائے گا۔ صحابہؓ یہ دردناک منظر دیکھ کر ٹپ اٹھے۔ ان کی ایمانی غیرت جوش میں آگئی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم دین کے معاملے میں ایسی رسوائی کیوں برداشت کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ کو رسول اللہ سے اپنی اس سخت کلامی پر زندگی بھر افسوس رہا۔ تقریباً پندرہ سو صحابہؓ کی موجودگی میں ابو جندل بیڑیوں میں جکڑے ہوئے مکہ واپس کر دیے گئے۔ رخصت ہوتے وقت آپؐ نے فرمایا: ابو جندل صبر کرو، اللہ تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی مدد کرے گا اور مکہ سے نکلنے کی راہ نکالے گا۔ قریش کے ساتھ معاہدہ کی شرط پر اتفاق ہو چکا ہے۔ ہم بدعہدی نہیں کریں گے۔

معاہدہ مکمل ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام نے احرام اتارا اپنے ساتھ لائے جانوروں کی قربانیاں پیش کیں اور مدینہ لوٹ گئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ نے اس معاہدہ کو اپنے لیے شکست خیال کیا تھا، لیکن اللہ نے اسے بڑی کامیابی قرار دیا۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا (الفتح: ۱)
 ”اے نبی ہم نے تمہیں کھلی فتح عطا کر دی۔“

صلح کی وجہ سے جنگ کے حالات ختم ہو گئے۔ عمومی آمد و رفت میں اضافہ ہوا۔ آپس میں تجارتی و معاشی تعلقات وسیع ہوئے۔ مسلمانوں کا اخلاق و کردار غیر مسلم قبائل کے سامنے آیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس دوران لوگوں کی ایک بڑی اور قابل ذکر تعداد اسلام میں داخل ہوئی۔ حضرت عمرو بن عاص اور حضرت خالد بن ولید جیسے قد آور لوگ اسی زمانے میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ معاہدہ کے تحت جو مسلمان ہجرت نہیں کر سکے تھے۔ وہ اب مدینہ نہیں جاسکتے تھے۔ قریش نے انہیں علی الاعلان اذیتیں دینا شروع کر دیا۔ جب نکالیف ناقابل برداشت ہو گئیں تو چند نوجوان چھپ چھپا کر بھاگ نکلے اور مدینہ آ گئے۔ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک وفد بھیجا کہ معاہدہ کے مطابق انہیں واپس کیا جائے۔ آپ نے انہیں مکہ لوٹ جانے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ اللہ تم لوگوں کے لیے کوئی بہتر سبیل پیدا کرے گا۔ کچھ مدت کے بعد ایسے تمام ستم رسیدہ لوگوں نے مکہ سے نکل کر سمندر کے کنارے مقام عیص پر عارضی پناہ گاہ بنالی۔ آہستہ آہستہ ان مظلوموں کے پاس اتنی قوت جمع ہو گئی کہ شام (سیریا) کی طرف جانے والے تجارتی قافلوں کو روک لیتے تھے اور ان سے جو کچھ حاصل ہوتا اس پر ان کا گزر بسر ہوتا۔ بالآخر تنگ آ کر قریش نے معاہدہ کی اس شرط کو ہی ختم کر دیا۔ اب مکہ کے مسلمان آزاد ہو گئے۔ چاہیں تو مکہ میں رہیں یا مدینہ چلے جائیں۔ لہذا ابو جندل اور ان کے رفقاء مدینہ واپس آ گئے اور اس کی وجہ سے قریش کے تجارتی قافلوں کا راستہ بھی کھل گیا۔

قریش صلح حدیبیہ کی شرطیں ڈیڑھ سال بھی پوری نہ کر سکے۔ حالانکہ معاہدہ کی تمام شرطیں ان کی اپنی تھیں۔ معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ان کے حلیف قبیلہ بنو بکر نے قریش کی شہ پر مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کر کے ان کے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بدعہدی کی خبر ملی تو آپ کو سخت تکلیف پہنچی۔ اس خلاف ورزی پر آپ نے قریش کے پاس ایک قاصد بھیجا لیکن انہیں معاہدہ توڑنے پر کسی طرح کی ندامت نہیں تھی۔

فتح مکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان ۸ھ میں دس ہزار کی فوج لے کر مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مکہ سے ایک منزل کے فاصلے پر مرالظہر ان میں آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ قیام کیا۔ جنگی حکمت عملی کے تحت آپ نے حکم دیا کہ لوگ دو دو پھیل جائیں اور کھانا بنانے کے لیے الگ الگ آگ جلائیں، تاکہ رات کی تاریکی میں دور سے دیکھنے والوں کو فوج کی تعداد زیادہ نظر آئے۔ قریش کو جب اس کی خبر ملی تو انھوں نے اپنے لوگوں کو تحقیق کے لیے بھیجا۔ ان میں ابوسفیان بھی تھے، جنھیں اسلامی فوج کی جاسوسی کرنے کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ ماضی میں مسلمانوں کے خلاف ان کی تمام سرگرمیاں لوگوں کی نگاہوں کے سامنے تھیں۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش میں بھی برابر کے شریک رہے تھے۔ ایک ایک عمل ان کے قتل کے لیے کافی تھا۔ اسی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ نے ابوسفیان کے قتل کا مشورہ دیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ حد درجہ عفو اور رحم دلی کا مظاہرہ کیا اور بغیر کسی سزا کے انھیں آزاد کرتے ہوئے صرف اتنا فرمایا۔ ”افسوس ابوسفیان! ابھی وقت نہیں آیا، کہ تم اتنی بات سمجھ جاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں؟“

رسول اللہ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر ابوسفیان اسلام میں داخل ہو گئے۔

بغیر کسی مزاحمت، قتل اور خون ریزی سے لشکر اسلام فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوا۔ یہ وہی شہر ہے جہاں چند سالوں قبل رسول اللہ اور آپ کے ساتھیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا۔ اس موقع پر آپ نے اسلامی لشکر کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے۔ اگر کوئی ہتھیار ڈال دے، اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے، ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے یا خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے تو اس کو پناہ دی جائے اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ رسول اللہ کے سامنے اس دن مکہ اور قریش کے وہ اکابر تھے، جنھوں نے اسلام کو جڑ سے ختم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ آج وہ لوگ بھی سامنے تھے، جنہوں نے آپ اور آپ کے ساتھیوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے تھے۔ آج وہی اکابر قریش آپ کے سامنے ڈرے سہمے اپنے سروں کو

جھکائے کھڑے تھے۔ نامعلوم اندیشے اور خطرات دلوں میں پیدا ہو رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے قریش کے لوگو! جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ نے ختم کر دیا ہے۔ تمام لوگ آدمؑ کی نسل سے ہیں اور آدمؑ مٹی سے بنے ہیں۔

اس وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے علامہ شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

”آپؐ نے ان کی طرف دیکھا تو جباران قریش سامنے تھے ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کو مٹانے میں سب سے پیش رو تھے۔ وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسول اللہ پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں۔ وہ بھی تھے جن کے تیغ و سنانے پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں۔ وہ بھی تھے جنہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جن کی تشنہ لہی خون نبوت کے سوا کسی چیز سے بجھ نہیں سکتی تھی، وہ بھی تھے، جن کے حملوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آ کر ٹکراتا تھا اور وہ بھی تھے، جو مسلمانوں کو جلتے ریت پر لٹا کر ان کے سینوں پر آلتی مہریں لگایا کرتے تھے۔“ (سیرت النبیؐ جلد اول، ص: ۳۱۰)

عام معافی کا اعلان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکابرین قریش کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ آج تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ مکہ والے جنہوں نے رسول اللہؐ اور مسلمانوں کے ساتھ ہر طرح کی زیادتی کی تھی، انہیں یہ فکر دامن گیر تھی کہ پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے؟ لیکن وہ اس بات سے بھی اچھی طرح واقف تھے کہ آپؐ بدلہ لینا مناسب نہیں سمجھیں گے۔ انہوں نے بڑے اعتماد کے ساتھ جواب دیا کہ آپ شریف بھائی ہیں اور ایک شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔ اس موقع پر آپؐ نے وہی کہا، جو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا اور یہی ایک نبی کے شایاں شان تھا۔ لاتشریب علیکم الیوم۔ اذہبو انتم الطلقاء (آج تم پر کوئی گرفت نہیں ہے جاؤ تم سب آزاد ہو)۔ رسول اللہ کے اس اسوہ حسنہ کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد تحریر

فرماتے ہیں:

”مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم، معاملے میں راست بازی اور طاقت و اختیار میں درگزر، تاریخ انسانیت کی وہ نوادر ہیں، جو کسی ایک زندگی کے اندر کبھی جمع نہیں ہوئے۔“ (حضرت محمد ﷺ ہجرت سے الرقیق الاعلیٰ تک، علی اصغر چودھری)

رسول اللہ کا حسن سلوک اپنے دشمنوں کے ساتھ

ہجرت کے وقت مکہ والوں نے مسلمانوں کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ آج مسلمان اپنی جائیدادیں واپس لے سکتے تھے۔ اسی طرح اپنے اوپر کیے گئے ایک ایک ظلم کا بدلہ بھی لے سکتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی سابقہ جائیدادوں سے دست بردار ہو جائیں۔ یہ تھا اہل مکہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا عفو و درگزر اور حسن سلوک کا اعلیٰ نمونہ جس کی کوئی مثال چشم فلک نے نہیں دیکھی ہوگی اور نہ ہی دنیا کوئی اس کی نظیر پیش کر سکتی ہے۔ فتح مکہ کے بعد بڑی تعداد میں مرد و خواتین اسلام میں داخل ہو رہے تھے، ان میں وہ لوگ بھی تھے جو اپنی اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے۔

اس موقع پر آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلا کر خانہ کعبہ کی چابی عطا کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ قیامت تک تمہارے خاندان میں رہے گی۔ یہ وہی عثمان بن طلحہ ہیں، جنہوں نے ہجرت سے پہلے ایک موقع پر رسول اللہ کو خانہ کعبہ کے اندر نہ صرف یہ کہ جانے سے روکا تھا بلکہ بہت برا بھلا بھی کہا تھا۔ اس وقت آپ نے حلم اور بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے، صرف یہ فرمایا تھا:

”اے عثمان آج تم مجھے خانہ کعبہ کے اندر جانے سے روک رہے ہو۔ ایک دن آئے گا

جب اس کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ میں جسے چاہوں گا، دوں گا۔“

عثمان بن طلحہ آج دل ہی دل میں نادم اور شرمندہ تھے، آپ کے اعلیٰ اخلاق اور

حسن سلوک سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو جاتے ہیں۔

آپ نے اسلام کے بدترین دشمن ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کو بھی معاف کر دیا، جنہوں نے آپ کی پیاری بیٹیوں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کو اپنے باپ کے دباؤ

میں طلاق دے کر آپ کو سخت تکلیف پہنچائی تھی۔ فتح مکہ کے وقت خوف سے روپوش ہو گئے تھے۔ بعد میں دونوں بھائی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

ہند ابوسفیان کی بیوی اور عتبہ کی بیٹی تھی، ابتدا سے ہی اسلام دشمنی میں پیش پیش تھی، غزوہ بدر میں قریش کی ناکامی اور حزمیت کے بعد مسلمانوں سے انتقام لینے کے لے رجزیہ اشعار پڑھ کر مکہ والوں کو اسلام کے خلاف آمادہ کرتی تھی۔ غزوہ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم چچا حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد ان کا سینہ چاک کر کے کلیجہ چبانے کی ناکام کوشش کی تھی اور حضرت حمزہؓ اور دیگر شہدائے احد کے ناک اور کان کاٹ کر ہار بنا کر اسے پہنا تھا۔ ہند کو اپنے گزشتہ کارناموں کی وجہ سے یقیناً شرمندگی اور ندامت تھی۔ اسے اس بات کا اندیشہ بھی تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اسلام دشمنی کی وجہ سے قتل نہ کرادیں۔ چہرہ پر نقاب ڈال کر آپ کے پاس حاضر ہوئی تاکہ لوگ اسے پہچان نہ سکیں۔ قبول اسلام کے وقت بھی اس نے غیر مناسب باتیں کیں۔ لیکن آپ نے اس کی حرکتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے معاف کر دیا۔

جبیر بن مطعم کے غلام وحشی بن حرب نے جنگ احد میں آپ کے جاں نثار چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ فتح مکہ کے وقت اپنے گزشتہ کارناموں کی وجہ سے ڈر کر طائف بھاگ گیا تھا۔ مگر کچھ دنوں کے بعد جب طائف فتح ہوا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ رسول اللہؐ نے اسے بھی معاف کر دیا۔ صرف اتنا فرمایا کہ تم میرے سامنے نہ آیا کرو۔ تمہیں دیکھ کر مجھے اپنے پیارے چچا یاد آجاتے ہیں۔

عکرمہ بھی اسلام کے بدترین دشمن ابو جہل کے بیٹے تھے۔ فتح مکہ سے قبل اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ کو سخت اذیت پہنچائی، جنگ بدر اور احد میں مسلمانوں کے خلاف نمایاں کارناموں کی وجہ سے قریش کے لیے بہت اہم ہو گئے تھے۔ مکہ فتح ہو جانے کے بعد انہوں نے حبش بھاگ جانے کا منصوبہ بنایا۔ ان کی بیوی ام حکیم بنت حارث مسلمان ہو چکی تھیں، عکرمہ کی تلاش میں تہامہ بندرگاہ تک گئیں، وہاں شوہر سے ملاقات ہوئی، انھیں تسلی دی اور بتایا کہ رسول اللہؐ نے انھیں امان دے دی ہے۔ ام حکیم نے عکرمہ کو وہیں مسلمان کیا اور مدینہ کے لیے واپس چل پڑیں۔ ابھی یہ دونوں راستے ہی میں تھے کہ وحی کے ذریعہ آپ کو معلوم ہو گیا، آپ نے

صحابہ کرامؓ کو ہدایت فرمائی کہ ابو جہل کا بیٹا عکرمہ مؤمن کی حیثیت سے آرہا ہے، اس کے باپ کو برا بھلا نہ کہنا۔ مرنے والے کو لعنت، ملامت نہیں کرنا چاہیے۔ ام حکیم شوہر کو لے کر جب آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ فرمایا: اے ہجرت کرنے والے، تمہارا آنا مبارک ہو۔ آپ نے عکرمہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ آج تم مجھ سے جو بھی طلب کرو گے دوں گا۔ عکرمہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول، میرے لیے دعا کر دیں کہ میری ساری عداوت جو آپ سے تھی، اللہ سے معاف کر دے۔

صفوان بن امیہ اسلام دشمنی میں بہت آگے تھے اور عمیر بن وہب کو گراں قدر انعام کا لالچ دے کر (نعوذ باللہ) رسول اللہ کو قتل کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ فتح مکہ کے وقت اپنی سابقہ حرکتوں پر نادم ہو کر، جدہ چلے گئے تاکہ سمندر کے راستے کہیں دور نکل جائیں۔ ان کا خیال تھا کہ وہ قتل کر دیے جائیں گے۔ اس وقت تک عمیر بن وہب مسلمان ہو چکے تھے انھوں نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ صفوان بن امیہ اپنے قبیلہ کے سردار ہیں، وہ خوف سے فرار ہو گئے ہیں، آپ انھیں معاف فرمادیں۔ آپ نے صفوان کو امان دیا، عمیر بن وہب کے کہنے پر بطور نشانی، اپنا مبارک عمامہ ان کو عطا کیا۔ جسے آپ نے فتح کے دن اپنے مبارک سر پر باندھ رکھا تھا۔ عمیر بن وہب کے اصرار اور تسلی دینے پر صفوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کو سمجھنے کے لیے دو ماہ کی مہلت مانگی۔ آپ نے ازراہ کرم چار ماہ کی مہلت عنایت فرمائی۔ صفوان نے آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر چند دنوں کے اندر ہی اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لیا۔

عبداللہ بن سعید، حضرت عثمانؓ کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی تھے اور قبول اسلام کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ جھوٹی اور بے بنیاد باتوں کے ذریعہ لوگوں کو اسلام سے دور کرتے تھے۔ فتح مکہ کے وقت انھوں نے حضرت عثمان کے پاس پناہ لی۔ انھیں ڈرتھا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے پھر جانا اور اسلام کے خلاف سازشیں کرنا بڑا جرم ہے، اس کی سزا قتل بھی ہو سکتی ہے۔ حضرت عثمان کی سفارش پر رسول اللہ ﷺ نے انھیں معاف کر دیا۔

ہبار بن اسود نے آپؐ کی بیٹی حضرت زینبؓ کو مکہ سے ہجرت کرتے وقت، نیزہ مار کر اونٹ سے گرایا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا اور وہ سخت بیمار ہو گئی تھیں اور یہی

بیماری ان کی موت کا سبب بنی تھی۔ فتح مکہ کے وقت خوف کی وجہ سے وہ کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ چند دنوں کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطیوں پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے معافی چاہی۔ آپ نے اسے معاف کر دیا اور صحابہؓ سے کہا کہ کوئی اسے برا بھلا نہ کہے۔

مشہور ادیب اور شاعر کعب بن زہیر رسول اللہ کے خلاف اپنے اشعار کے ذریعہ زہر افشانی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اپنے بھائی کے قبول اسلام پر اسے بھی لعن طعن کیا۔ اس نے اپنی زندگی کا مقصد ہی اسلام دشمنی بنا لیا تھا۔ اسلام کے خلاف اس کی سرگرمیوں کی وجہ سے فتح مکہ کے وقت رسول اللہ نے اسے جان سے مارنے کا حکم دیا۔ لیکن وہ کہیں روپوش ہو گیا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد بھائی کے کہنے پر مدینہ پہنچ کر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اللہ کے رسول نے اسے بھی معاف فرما دیا۔

قبیلہ بنو حنیفہ کا شمار ان قبائل میں تھا جو اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ ثمامہ بن اثال اس قبیلہ کے بااثر سرداروں میں سے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مخالف اور دشمن تھا۔ نجد کے ایک سفر سے واپسی پر صحابہ کرام اسے گرفتار کر کے مدینہ لائے اور مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ آپ کو خیر ملی تو وہاں پہنچے اور ثمامہ کا حال دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا میں ٹھیک ہوں، اگر آپ مجھے قتل کیے جانے کا حکم دیتے ہیں تو یہ درست فیصلہ ہوگا۔ اگر میرے اوپر احسان کرتے ہیں تو ایک شکر گزار پر رحم فرمائیں گے۔ اگر میری رہائی کے بدلے میں مال درکار ہو تو بتائیں۔ دوسرے دن بھی آپ نے ثمامہ سے یہی سوال کیا۔ اس نے کہا اگر آپ احسان کرتے تو

ایک شکر گزار پر رحم فرمائیں گے۔ تیسرے دن بھی آپ نے سوال کیا۔ اس کا جواب اب بھی یہی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آزاد کرنے کا حکم دیا۔ ثمامہ نے رہائی ملنے کے بعد قریب ہی کھجور کے ایک باغ میں جا کر غسل کیا اور واپس آ کر مسجد نبوی میں مشرف بہ اسلام ہوا۔ ثمامہ نے قبول اسلام کے بعد کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم دنیا میں آپ سے زیادہ مجھے کسی سے نفرت نہ تھی۔ مگر اب آپ دنیا میں سب سے زیادہ محبوب بن گئے ہیں۔ اللہ کی قسم آپ کے شہر سے مجھے سخت نفرت تھی مگر آج میری نظر میں یہ شہر دنیا کے تمام مقامات سے اچھا ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم آپ کے دین (اسلام) سے مجھے حد درجہ عداوت و دشمنی تھی، لیکن آج آپ ہی کا دین مجھے محبوب تر ہو گیا ہے۔

سفر طائف رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کا مشکل ترین دن تھا۔ آپ بڑی امیدیں لے کر وہاں گئے تھے، لیکن طائف کے سرداروں اور عوام نے نہ صرف آپ کی نبوت کی تکذیب کی، بلکہ پتھروں سے مار مار کر لہو لہان کر دیا۔ فتح مکہ کے بعد یہی اہل طائف اور عبدالمیل (سردار) آپ کی خدمت (مدینہ) میں پہنچ کر داخل اسلام ہوئے اور آپ انھیں معاف فرمادیتے ہیں۔

(رحمۃ للعالمین، جلد سوم، ص: ۳۰۳)

خیبر کی ایک یہودی خاتون زینب بنت حارث نے گوشت میں زہر ملا کر رسول اللہ ﷺ کو کھلایا اور بعد میں اس نے اپنا جرم قبول بھی کر لیا۔ اس کے باوجود آپ نے اسے معاف فرمادیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں، آپ نے اپنے دشمنوں سے جس طرح حسن سلوک کیا وہ انسانی تاریخ کا بہت روشن اور تابناک مثال ہے۔ اپنے ساتھ برا کرنے والوں کو نہ صرف معاف کر دیا بلکہ ان کے ساتھ اخلاق کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ اختصار کے ساتھ چند واقعات اس کتاب میں پیش کئے گئے ہیں۔

یہود کے ساتھ حسن سلوک

معاہدہ

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچ کر ہجرت کے پہلے سال ہی یہودیوں اور مسلمانوں کے تعلقات کو مستحکم کرنے اور امن و شانتی کے قیام کے لیے ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ معاہدہ میں کل بارہ شرطیں تھیں۔ ان میں دو شرائط بہت واضح تھیں۔

۱۔ معاہدہ کرنے والی قوموں (یہود اور مسلمانوں) کے ساتھ کوئی بیرونی طاقت جنگ کرے گی تو فریقین ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

۲۔ دونوں فریق کے درمیان معاہدہ کے کسی شرط یا کسی نئی بات پر اختلاف ہو جائے، جس سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو فیصلہ کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی دل آزاری

معاہدے کے باوجود یہود رسول اللہ ﷺ کو اذیتیں پہنچاتے رہے اور اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے۔ قرآن نے ان کے بارے میں واضح الفاظ میں کہا ہے:

لَتَبْلُوَنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِ وَ لَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ
أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ط
وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (آل عمران: ۱۸۶)
”مسلمانو، تمہیں مال اور جان دونوں کی آزمائشیں پیش آ کر رہیں گیں، اور تم

اہل کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر ان سب حالات میں تم صبر اور تقویٰ کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے کا کوئی موقع یہود اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ ان کے خواص کی اخلاقی صورت حال یہ تھی کہ جب آپ سے ملنے تو السلام علیکم کہتے۔ یعنی آپ کو موت آئے۔ جب یہ فقرہ حضرت عائشہ نے سنا تو غصہ میں فرمایا۔ تمہیں ہی موت آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ نرمی اور محبت سے کام لو۔ میں اس کے جواب میں علیک (تم پر بھی) کہہ دیتا ہوں بس یہ کافی ہے۔

یہود کی سازشیں

رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد انصار کے دواہم قبائل اوس و خزرج کی باہم لڑائی جو سالوں سے جاری تھی ختم ہو گئی۔ یہود نے اپنی سازشوں سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے دونوں قبائل کے درمیان نفرت و عداوت کو بڑھانے کے لیے پرانے زخموں کو کریدنے میں اہم رول ادا کیا۔ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اگر دونوں قبائل میں لڑائی دوبارہ شروع ہو جائے تو اسلام خود بہ خود دونوں کی خانہ جنگیوں کی نذر ہو جائے گا۔ انھوں نے اس جنگ کو ہوادینے کے لیے جنگ بعاث[☆] کا تذکرہ شروع کر دیا تاکہ دونوں کے پرانے زخم تازہ ہو جائیں۔ یہود کی کوششوں سے عداوت و دشمنی کی دبی ہوئی چنگاری شعلہ بن گئی اور قریب تھا کہ دونوں ایک دوسرے کے خلاف برسریکار ہو جائیں۔ جب اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو آپ اوس و خزرج کے ذمہ داروں کے پاس گئے اور دونوں کو وعظ و نصیحت کر کے مشتعل ہونے سے بچایا۔ قرآن نے اس واقعہ کو اس انداز سے بیان کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أوتُوا
الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ۝ (آل عمران: ۱۰۰)

☆ جنگ بعاث اوس و خزرج کے درمیان لمبی مدت تک چلنے والی وہ لڑائی ہے جس نے دونوں قبیلوں کی طاقت کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔

”اے ایمان لانے والو، اگر تم نے اہل کتاب میں سے ایک گروہ (یہود) کی بات مانی تو یہ تمہیں ایمان سے کفر کی طرف پھیر لے جائیں گے۔“

یہود کے ساتھ رواداری

رسول اللہ ﷺ کا رویہ یہود کے ساتھ حد درجہ نرمی اور حسن سلوک کا تھا۔ آپ بہت سارے مذہبی امور میں ان سے اتفاق رکھتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جن امور کے بارے میں شریعت کا کوئی خاص حکم نہیں ہوتا رسول اللہ ﷺ وہاں اہل کتاب (یہود و نصاری) کی موافقت کرتے تھے۔

مدینہ میں یہود عاشورہ کے دن حضرت موسیٰ کو فرعون سے نجات ملنے کی خوشی میں روزہ رکھتے تھے۔ رسول اللہ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ بھی عاشورہ کا روزہ رکھیں۔ ایک بار آپ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا، آپ اس کی تعظیم میں کھڑے ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ نے فرمایا کیا وہ انسان نہیں ہے؟ کسی موقع پر ایک یہودی نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ کی فضیلت اس طرح بیان کیا کہ وہ (حضرت موسیٰ) حضرت محمد ﷺ سے بھی افضل ہیں۔ اس بات پر ایک صحابی کو غصہ آ گیا اور انھوں نے اس یہودی کو ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کر دی۔ آپ نے صحابی سے فرمایا: مجھ کو دوسرے نبیوں پر ایسی فضیلت نہ دو، جس سے کسی نبی کی حیثیت کم ہو جائے۔ قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہوں گے۔ سب سے پہلے مجھے ہوش آئے گا اس وقت میں دیکھوں گا کہ حضرت موسیٰ عرش کا پایہ تھا مے کھڑے ہیں۔

یہود کی شرارتیں

یہود کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ انتہائی نرمی اور محبت کا تھا۔ لیکن ان تمام رواداریوں اور اخلاقِ حسنہ کا صلہ جو انھوں نے دیا وہ آگے کے سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کرنے کے بعد بھی یہود اپنی اسلام دشمنی کو پس پردہ جاری

رکھے ہوئے تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اکابر قریش سے ساز باز رکھتے تھے۔ معاہدہ کے ایک سال کے بعد ہی ان کی شرارتیں کافی بڑھ گئیں۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت سے انھیں اپنا سماجی اور مذہبی سامراج خطرے میں نظر آنے لگا۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی نے انھیں مزید بے چین کر دیا تھا۔ معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے انھوں نے مسلمانوں کے خلاف قریش کو ہر طرح کی مدد کرنے کا یقین دلایا۔ یہودی سردار کعب بن اشرف نے مکہ میں جا کر قریش کو جنگ بدر کا انتقام لینے کے لیے اکسایا۔

بنو قینقاع

مدینہ میں یہود کے تین بڑے قبائل، بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ آباد تھے۔ ان میں بنو قینقاع بہادر، جفاکش اور مال و ثروت میں سب سے آگے تھے۔ ان کے پاس جدید جنگی اسلحوں کا ذخیرہ بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کی خلاف ورزی سب سے پہلے انھوں نے کی۔ اتفاق سے جنگ بدر کے بعد مدینہ میں ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا جس کی وجہ سے یہ آگ مزید بھڑک اٹھی۔ قبیلہ بنو قینقاع کے علاقے میں ایک انصاری خاتون کوئی سامان لینے گئی، وہاں ایک یہودی نے اس کی توہین کر دی۔ خاتون کی چیخ و پکار سن کر ایک انصاری مسلمان موقعہ واردات پر پہنچے اور طیش میں آ کر مجرم یہودی پر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے اس کی موت ہو گئی۔ یہودیوں نے رد عمل میں اس مسلمان کو بھی قتل کر کے ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ مقتول انصار کے خاندان والے انتقام لینا چاہتے تھے۔ غلطی دونوں طرف سے ہوئی تھی۔ یہود اگر معاہدہ کے تحت رسول اللہ ﷺ کو حکم (فیصل) بنا لیتے تو معاملہ بہ آسانی حل ہو جاتا۔ لیکن انھوں نے ایسا نہ کر کے ایک غلط راہ اختیار کی اور جنگ کی کیفیت پیدا کر دی۔

ان حالات کی خبر جب رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو آپ قبیلہ بنو قینقاع کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو، اس کی غضب کو دعوت نہ دو۔ لیکن انھوں نے بڑے تکبر کے ساتھ کہا کہ اے محمد! آپ جنگ بدر کے نتیجہ سے خوش نہ ہوں۔ آپ کا معاملہ ان لوگوں سے تھا جو جنگی حکمت عملیوں سے ناواقف تھے۔ ہمارے ساتھ

جنگ کا موقع آئے گا تو ہم اس کا جواب بہتر طور پر دیں گے۔ یہ کہہ کر بنو قبیقہ نے علی الاعلان معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اعلان جنگ کر دیا۔ آپ نے ان کی تنبیہ کرنے کے لیے ضروری اقدام کیا۔ شروع میں وہ قلعہ بند ہو گئے۔ پندرہ دنوں تک محاصرہ جاری رہا۔ آخر میں وہ اس بات پر راضی ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ جو فیصلہ کر دیں وہ انہیں منظور ہوگا۔ ان کی عہد شکنی اور مسلسل سازشوں کی وجہ سے آپ انہیں سخت سزا دینا چاہتے تھے، لیکن عبداللہ بن ابی کی سفارش اور اس کی منت و سماجت پر آپ نے بطور سزا ان کو مدینہ سے جلاوطن کرنے کا فیصلہ کیا۔

بنو نضیر

یہود کا دوسرا قبیلہ بنو نضیر تھا۔ اس معاہدے میں وہ بھی برابر کے شریک تھے۔ جنگ بدر کے بعد رسول اللہ کے خلاف ان کی سازشیں بھی تیز ہو گئیں۔ قریش نے انہیں ایک دھمکی آمیز خط بھیجا کہ تم صاحب حیثیت ہو، جاں ندادوں اور قلعوں کے مالک ہو اس لیے محمد اور ان کے ساتھیوں سے جنگ کرو۔ ورنہ ہم تمہارے ساتھ برا سلوک کریں گے۔ بنو نضیر کے دلوں میں دھوکہ تو پہلے سے ہی تھا۔ قریش کے خط کے بعد عہد شکنی اور رسول اللہ ﷺ کو فریب دینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ ایک موقع پر آپ چند صحابہ کرام کے ساتھ بنو نضیر کی آبادی میں تشریف لے گئے۔ ضیافت کے بہانے انہوں نے آپ کو ایک اونچی دیوار کے سائے میں بیٹھا دیا۔ ان کا منصوبہ تھا کہ اوپر سے کوئی بھاری پتھر گرا دیں جس سے (نعوذ باللہ) آپ شہید ہو جائیں۔ یہودی سردار ایک ایک کر کے وہاں سے رخصت ہو گئے۔ صرف صحابہ کرام اور آپ وہاں تشریف فرما تھے۔ اللہ نے وحی کے ذریعہ آپ کو ان کی شرارتوں سے باخبر کر دیا۔ آپ وہاں سے بڑی تیزی کے ساتھ نکلے اور بہ حفاظت مدینہ واپس آ گئے۔ جب بنو نضیر کو اس میں کامیابی نہیں ملی تو انہوں نے ایک نئی سازش شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ اپنے تئیں ساتھیوں کو لے کر آئیں اور ہمارے مذہبی علماء سے اسلام کی حقانیت پر بات کریں۔ اگر وہ آپ کی باتوں سے مطمئن ہوں گے تو ہم لوگ ایمان لے آئیں گے۔ چونکہ ماضی میں بنو نضیر نے رسول اللہ کے ساتھ بد عہدی کی تھی، اعتماد کو مجروح کیا تھا، اس لیے آپ نے انہیں پیغام دیا کہ تحریری معاہدہ

کے بغیر ہم نہیں آسکتے ہیں۔ بنو نضیر کسی طور بھی معاہدہ کے لیے تیار نہیں تھے۔ کچھ دن گزرنے کے بعد انھوں نے دوبارہ پیغام دیا کہ ہمارے تین علماء ہوں گے۔ آپ بھی اپنے ساتھ تین لوگوں کو لے کر آئیں۔ اس بار انھوں نے اطمینان دلایا کہ اگر وہ آپ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔ جب ان کا اصرار بہت بڑھا تو آپ ان کے علماء سے تبادلہ خیال کے لیے تیار ہو گئے۔ یہاں بھی بنو نضیر کے دلوں میں کھوٹ تھی، ان کی نیت تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ گفتگو کے لیے ان کی آبادی میں داخل ہوں گے تو پہلے سے گھات میں بیٹھے لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ اس سازش کی اطلاع بھی آپ کو مل چکی تھی، اس لیے آپ وہاں نہیں گئے۔ آپ نے ان کے خلاف بھی تادیبی کارروائی کا فیصلہ کیا۔ وہ بھی اپنے قلعوں میں بند ہو گئے۔ یہ محاصرہ دس بارہ دنوں تک جاری رہا اس کے بعد انھوں نے صلح کر کے مدینہ سے نکل جانے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ نے انھیں اس شرط پر اجازت دے دی کہ وہ ہتھیاروں اور اسلحوں کے علاوہ جو چاہیں لے جاسکتے ہیں۔ بنو نضیر صاحب ثروت و دولت اور قلعوں کے مالک تھے۔ انھوں نے چھ سو اونٹوں پر اپنے مال و اسباب کو باندھا یہاں تک کہ گھروں کی کھڑکیاں دروازے بھی نکال لیے اور اپنے ہاتھوں سے گھروں کو مسمار کر کے خیبر کی طرف چلے گئے۔

بنو قریظہ

یہود کا تیسرا قبیلہ بنو قریظہ تھا۔ یہ مال و دولت اور سماجی حیثیت میں بنو نضیر سے بہت کم تھے۔ لیکن انھوں نے بھی معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔ جنگ بدر کے موقع پر انھوں نے اسلحوں اور ہتھیاروں سے مسلمانوں کے خلاف قریش کی مدد کی تھی۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کے قصور کو نہ صرف نظر انداز کیا تھا بلکہ انھیں معاف بھی کر دیا۔ بہت جلد انھیں اپنی غلطیوں کا احساس ہوا اور انھوں نے دوبارہ معاہدہ کی تجدید کر لی۔ لیکن جنگ احزاب میں انھوں نے مسلمانوں کی جان و مال کو خطرے میں ڈال کر باہر والوں کی مدد کر کے معاہدہ کو دوبارہ توڑا۔ مجبوراً ان کے خلاف بھی کارروائی کی گئی۔

حضرت علیؑ کی قیادت میں جب اسلامی فوج ان کے قلعوں کی طرف بڑھی تو ندامت

اور شرمندگی کے بجائے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں۔ یہ بھی اپنے قلعوں میں محصور ہو گئے۔ ۲۵ دنوں کے محاصرے کے بعد ہتھیار ڈالتے ہوئے، انھوں نے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ کو حکم بنایا کہ وہ جو فیصلہ کریں گے انھیں منظور ہوگا۔ حضرت سعد اور ان کا قبیلہ اوس بنو قریظہ کا حلیف تھا۔ حضرت سعد بن معاذ نے وہی فیصلہ کیا جو یہود اپنے دشمنوں سے کیا کرتے تھے۔ ان کے گزشتہ اسلام مخالف کارروائیوں کی بنیاد پر ان کے مردوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہود اگر رسول اللہ ﷺ کو اپنا حکم بناتے تو آپ وہی کرتے جو اس سے پہلے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے ساتھ کیا تھا۔ زیادہ سے زیادہ مدینہ سے جلا وطنی کی سزا دیتے لیکن انھوں نے یہ سزا از خود پسند کیا۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے بنو قریظہ میں سے بھی ان کی درخواست پر سعد بن معاذ کے فیصلے سے کچھ لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا۔ مثلاً زہیر کے لیے مع اہل و عیال اور مال و دولت رہائی کا حکم دیا۔ اسی طرح رفاع بن شمویل کو بھی ان کی درخواست پر جاں بخشی فرمائی۔

یہاں بعض معترضین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے دو قبائل بنو قریظہ اور بنو نضیر کے مقابلے میں بنو قریظہ کو سخت سزا دی۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ اگر بنو قریظہ رسول اللہ کو حکم (چالٹ) بناتے تو آپ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتے جو اس سے پیش تر قبائل کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن انھوں نے حضرت سعد بن معاذؓ کو حکم بنایا اور سعد بن معاذ نے ان کی مذہبی کتاب تورات کے مطابق ہی فیصلہ کیا۔ اس بابت علامہ شبلی نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

۱۔ آں حضرت نے مدینہ آکر ان کے ساتھ دوستانہ معاہدہ کیا۔ جس میں ان کے

مذہب کی پوری آزادی دی گئی اور جان و مال کی حفاظت کا اقرار کیا گیا۔

۲۔ بنو قریظہ مرتبہ میں بنو نضیر سے کم تھے۔ یعنی بنو نضیر کا کوئی آدمی قریظہ کے کسی آدمی

کو قتل کر دیتا تھا تو اس کو صرف آدھا خون بہا دینا پڑتا تھا۔ بخلاف اس کے

بنو قریظہ پورا خون بہا دیا کرتے تھے۔ آں حضرت ﷺ نے بنو قریظہ پر یہ

احسان کیا کہ ان کا درجہ بنو نضیر کے برابر کر دیا۔

۳۔ آں حضرت ﷺ نے بنو نضیر کی جلا وطنی کے وقت بنو قریظہ سے دوبارہ تجدید

معاہدہ کی۔

- ۴۔ باوجود ان باتوں کے عہد شکنی کی اور جنگ احزاب میں شریک ہوئے۔
- ۵۔ ازواج مطہرات قلعہ میں حفاظت کے لیے بھیج دی گئی تھیں، ان پر حملہ کرنا چاہا۔
- ۶۔ حمی بن اخطب جو بغاوت کے جرم میں جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ جس نے تمام عرب کو برا بھونچتا کر کے جنگ احزاب قائم کر دی تھی۔ اس کو اپنے ساتھ لائے جو آتش جنگ کے اشتعال کا دیا چہ تھا۔ ان حالات میں بنو قریظہ کے ساتھ کیا سلوک کیا جاسکتا تھا۔

(سیرت النبیؐ جلد اول ص: ۲۶۲)